اسلامی قانون

اسلام کا نظام احتساب

مقالہ نگار: قاضی فضل واحد

(انسٹرکٹر نیپا پشاور)

قسط اول

نمبرشمار	ذیلی عنوانات	نمبرشمار	ذیلی عنوانات	نمبرشمار	ذیلی عنوانات
1	باب اول احتساب کی لغوی اور اصطلاحی تشریحات	15	عدم تجسس	29	خطبہء خلافت سیدنا علی المرتضیٰؓ
2	لغوی معنی	16	باب سوم محتسب کے لئے اوصاف وآداب	30	باب ششم حکام کی اصلاح واحتساب
3	احتساب کے اصطلاحی معنی	17	علم وتقویٰ اور حسن اخلاق	31	اعمش اور ہشام
4	باب دوم اسلامی ریاست کے فرائض	18	صبر	32	ابووائلؒ اور حجاج
5	احتساب کے شعبے سے متعلق امور	19	عفوودرگزر اور اعراض	33	امام مالکؒ اور خلیفہ منصور
6	احتساب کا مقصد	20	باب چہارم اخلاص	34	سفیان ثوریؒ اور خلیفہ مہدی
7	محکمہ احتساب کے فرائض	21	محاسبہ	35	شیخ عبدالقادر جیلانی اور خلیفہ مقتفی لامراللہ
8	احتساب کی شرائط	22	ارشادات سیدنا ابوبکر صدیقؓ	36	اماغزالیؒ اور حکمران بغداد
9	احتساب کے احکام	23	ارشادات سیدنا عمر فاروقؓ	37	باب ہفتم عمال کا احتساب
10	محتسب کے شرائط	24	مقام صحابہؓ واقوال اور احوال	38	والدین کا احتساب
11	دفع منکر کے وسائل یا درجات احتساب	25	باب پنجم خطبات احتساب	39	نابالغ اولاد کا احتساب
12	طریقہ کار اور فرائض	26	خطبہء خلافت سیدنا ابوبکر صدیقؓ	40	بالغ اولاد کا احتساب
13	حقوق اللہ اور حقوق العباد میں مشترک امور	27	خطبہء خلافت سیدنا عمر فاروقؓ	41	بیوی کا احتساب
14	حقوق العباد سے متعلق	28	خطبہء خلافت سیدنا عثمانؓ	42	شوہر کا احتساب

تمہید:

حسبہ ایکٹ سرحد اوران پر اعتراضات کا جائزہ :

۲ جون ۲۰۰۳ء کو پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم دن ہے کیونکہ اس دن سرحد میں مقصد پاکستان کی طرف ایک اہم پیش رفت ہوئی ۵۶ سال بعد مقصد کی طرف قابل ذکر قدم اٹھانے کی سعادت متحدہ مجلس عمل پاکستان کے حکومت سرحد کے حصہ میں آئی اور وہ قدم ہے سرحد اسمبلی میں شریعت بل کی منظوری جس پر شریعت کونسل، مجلس عمل کی قیادت، سرحد کابینہ، صوبائی اسمبلی اور وزیراعلیٰ اکرام خان درانی بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اس بل میں ایک ایکٹ "حسبہ ایکٹ" بھی ہے جس پر کچھ دوسرے لوگوں کے اعتراضات ہیں جو یا تو صرف تنقید برائے تنقید کے زمرے میں آتے ہیں یا ناسمجھی کے زمرے میں آتے ہیں۔

بہر حال اب مجلس عمل کے قائدین وشریعت کونسل ان اعتراضات کا تسلی بخش جوابات دینے کے لئے تیار ہیں۔ انشاء اللہ اس ایکٹ میں عوام وخواص دونوں کا فائدہ ہوگا۔ اس موضوع کو تفصیل سے پیش کرنے کے لئے ہم مولانا قاضی فضل واحد کا تحقیقی مضمون پیش کرنا چاہتے ہیں جو کہ موصوف نے المرکز الاسلامی بنوں کے دوسرے بنوں فقہی کانفرنس میں بطور مقالہ پیش کیا ہے۔ قارئین کے استفادہ کے لئے پیش خدمت ہے۔ (ادارہ)

باب اول

احتساب کی لغوی اور اصطلاحی تشریحات

احتساب لغوی معنی :

الحساب۔ حسب یحسب کا مصدر ہے۔ شمار کرنا۔ گننا۔ حسبان۔ احسب . حسابا و حسبانا .

قرآن کریم میں ہے۔ لتعلمو عدد السنین و الحساب ..... ط ۱۷، ۱۲ (تا کہ جان لو برسوں کا شمار اور حساب)

والشمس والقمر حسبانا ..... ط ۶، ۹۶ بعض نے کہا۔ حسبانا کے معنی آگ اور عذاب کے ہیں۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ و یرسل علیها حسبانا من السماء ..... ۱۸، ۴۰ (اور وہ ذات اس پر آسمان سے آفت بھیج دے)

اور حقیقت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس پر محاسبہ کیا جائے اور پھر اس کے مطابق بدلہ دیا جائے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللهم لا تجعلها عذبا و حسبانا (ترمذی) (الٰہی اسے "یعنی اس آندھی کو" عذاب نہ بنا)

آیت کریمہ فحاسبنها حسابا شدیدا الا یة..... ۶۵.۸ (تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا)

حدیث پاک ہے۔ من نوقش فی الحساب عذب (متفق علیه) (جس سے حساب میں سختی کی گئی اسے ضرور عذاب ہوگا)

اقترب للناس حسابهم ...... ۲۱، ۱ (لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت آپہنچا)

(مفردات القرآن (اردو) امام راغب اصفہانی۔ ترجمہ وحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدہ فیروز پوری)

ان اللہ سریع الحساب ...۱۴، ۵۱ (بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔)

بعض نے کہا کہ حسابا کے معنی کافیا کے ہیں۔

آیت کریمہ: **جزاء من ربک عطاء حسابا** ..... ۷۸، ۳۶ (یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صلہ ہے/ انعام کثیر)

اورآیت کریمہ: **واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب**.....۲، ۲۱۲ (اور خدا جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے)

میں بغیر حساب کی متعدد توجیہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔استحقاق سے زیادہ عطا فرماتا ہے۔ ۲۔ جسے چاہے عطا فرماتا ہے اور پھر اس سے واپس نہیں لیتا۔

۳۔اس قدر عطا فرماتا ہے کہ انسان کیلئے اس کا احصاء ممکن نہیں۔ ۴۔ بغیر کسی تنگی کے دیتا ہے۔

۵۔لوگوں کو عام اندازہ سے کہیں زیادہ دیتا ہے۔ ۶۔ مؤمن کو جو کچھ دیتا ہے اس پر محاسبہ نہیں کریگا۔

۷۔ اپنی مصلحت کے مطابق عطاء فرماتا ہے نہ کہ لوگوں کے حساب کے مطابق۔

الحسیب والمحاسب کے اصل معنی حساب لینے والا یا حساب کرنے والے کے ہیں پھر حساب کے مطابق دینے والے کو بھی حسیب کہا جاتا ہے اور یہی معنی اللہ تعالیٰ کے حسیب ہونے کے ہیں۔اور آیت کریمہ "**و کفی باللہ حسیبا**" ۴،۶ میں حسیب بمعنی رقیب ہے (تو خدا ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے) حسب۔معنی کافی جیسے فرمایا **حسبنا اللہ** ...۹، ۵۹ (ہمیں خدا کافی ہیں۔)

حسبھم جھنم ..... ۵۸. ۸ (ان کو دوزخ کی (سزا ہی) کافی ہے۔)

ما علیک من حسابھم من شی و ما من حسابک علیھم من شیء....۶ : ۵۲

بعض نے یہ معنی کئے ہیں کہ ان کو کافی ہونا تمہارا کام نہیں بلکہ تیرے اوران کے لئے اللہ ہی کافی ہے جیسا کہ آیت **عطاء حسابا** ..... ۷۸ : ۱۲ میں حساب بمعنی کافی ہے۔

احتسب ابنا لہ یعنی اس نے اپنے بیٹے کی موت پر یہ سمجھ کر صبر کیا کہ اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملے گا اور اس کے عمل کو **حسبۃ** کہا جاتا ہے۔

من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ

اورآیت: ۱۔ **الم ، احسب الناس** ۲۹ : ۲ کیا لوگ یہ خیال کئے ہوئے ہیں۔

۲. **ام حسب الذین یعملون السیات** ۲۹، ۴ (کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں یہ سمجھے ہوئے ہیں۔)

۳. **ام حسبتم ان تدخلو الجنۃ**.....۲، ۲۱۴ (کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔)

میں سب کا مصدر الحسبان ہے۔

احتساب کے اصطلاحی معنیٰ

اصطلاحی تعریف:

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

"ھی و ظیفه دینیة من باب ا لأمر بالمعروف و النھی عن المنکر . (مقدمہ ابن خلدون)

احتساب۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے متعلق ایک خالصۃ دینی عمل ہے۔

''اچھائی کا حکم دینا جب اس سے غفلت ہو جائے اور برائی سے روکنا جب لوگ کھلم کھلا اس میں مبتلا ہوں''

ابوالحسن علی بن محمد ماوردی نے احتساب کی تعریف یہ کی ہے۔"ھو امر بالمعروف اذا ظھر ترکه و نھی عن المنکر اذا ظھر فعله"

امام غزالیؒ نے احتساب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے''احتساب سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ایسے کاموں سے روکا جائے جو اللہ جل شانہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہوں'' (احیاء علم الدین)

آپ فرماتے ہیں۔ ھی عبارة شامله الامر بالمعروف و النھی عن المنکر . (الاحکام اسلطانیه)

احتساب دراصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ایک جامع عنوان ہے۔

ام القریٰ یونیورسٹی کے پروفیسر استاد محمد مبارک کہتے ہیں۔''یہ ایک ایسا نگران ادارہ ہے۔جس کو حکومت قائم کرتی ہے اور خاص کارندے اس کو چلاتے ہیں۔اس کا مقصد یہ ہے کہ اخلاق، مذہب اور معاشیات کے دائرہ میں افراد کی سرگرمیوں کی نگہداشت ہو تاکہ انصاف اور اعلیٰ اقدار کو عملاً بروئے کار لایا جاسکے اور اس معاملہ میں اسلامی شریعت اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے رائج ہیں ان کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جاسکے۔

(الدولة و نظام الحسبة عند ابن تیمیه)

باب دوم

اسلامی ریاست کے فرائض

امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہی اسلامی ریاست کی اصل بنیاد ہے۔اسی کیلئے وہ وجود میں آتی ہے اور اسی سے اس میں اور دوسری ریاستوں میں فرق واقع ہوتا ہے۔معروف کا حکم دینا اور منکر سے منع کرنا اس کا مقصد وجود ہے۔

ابن عربی مالکی کہتے ہیں۔

"الامر بالمعروف و النھی عن المنکر الذی ھو اصل الدین و خلافة المسلمین. (احکام القران، ج۱)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کی بنیاد اور مسلمانوں کی خلافت کا اساس ہے۔

علامہ بن تیمیہ فرماتے ہیں۔

اذا كان جماع الدين و جميع الولايات هو امر و نهى. فالامر الذى بعث الله به رسوله و هو الامر بالمعروف و النهى الذى بعث به هو النهى عن المنكر و هذا نعت النبى ﷺ و المومنين. (الحسبة فى الاسلام)

جب پورا دین اور تمام حکومتی مناصب دراصل ''امر و نہی'' سے عبارت ہیں تو یہ (اس بات کا ثبوت ہے) ہے کہ وہ ''امر'' جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا ہے وہ امر بالمعروف ہے اور وہ نہی جسے دے کر اللہ جل شانہ نے اپنے رسول ﷺ کو بھیجا ہے، نہی عن المنکر ہے اور یہی **امر بالمعروف و نہی عن المنکر نبی (علیہ السلام)** اور اہل ایمان کا وصف ہے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اسلامی ریاست کا کوئی ایک کام نہیں ہے بلکہ کل کام ہے وہ اپنے تمام وسائل وذرائع کے ساتھ اسی کی تکمیل کرتی ہے اس کا ہر شعبہ اسی کے تابع ہوتا ہے اور اسی کیلئے کام کرتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ اور ابن قیم بیک زبان کہتے ہیں۔ **جميع الولايات الاسلامية مقصود ها الامر بالمعروف و النهى عن المنكر** . سارے اسلامی مناصب حکومت کا مقصد امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے۔ **(الحسبة فى الاسلام)**

احتساب کے شعبے سے متعلق امور :

علماء کرام نے احتساب کے شعبے سے متعلق جو امور بتائے ہیں۔ ان کو ہم تین عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (الاحکام السلطانیہ)

۱۔ امت کی دینی واخلاقی اصلاح

۲۔ ایسے معاملات کے بارے میں اقدامات کرنا جو عدالت کے دائرہ کار سے باہر ہوں یا جن کی نوعیت ایسی ہو کہ مشکل سے وہ عدالت پہنچ سکتے ہوں۔ جیسے ناپ تول میں کمی وبیشی، کاروبار میں دھوکہ دہی، ملاوٹ وغیرہ۔

۳۔ مصالح عامہ کی نگرانی یعنی مسافر خانوں کی تعمیر، ٹریفک کے اصول، بستیوں میں پانی کا مناسب انتظام۔

احتساب کا مقصد:

احتساب کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کے ان احکام اور فیصلوں کا نفاذ ہو جو کسی دعویٰ پر مبنی نہیں ہیں۔ ایسے تمام احکام شعبہ احتساب کے تحت آتے ہیں۔ احتساب کی بنیاد دراصل امر بالمعرو اور نہی عن المنکر کا اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو اسی کام پر مبعوث فرمایا اور اپنی کتابیں نازل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو دیگر تمام امتوں پر فضیلت سے نوازا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله.(ال عمران ۱۱۰)**

مسلمانوں کا اشراف الناس اور امت محمدیہ کا اشراف الامم ہونا متعدد احادیث میں تصریح سے وارد ہوا ہے۔ قرآن پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃ اور اشارۃ بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیت شریف میں بھی "**خیــــر امة**" کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اس کے

ساتھ ہی اس کی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ تم بہترین امت ہو۔اس لئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو۔
مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت شریف میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا۔حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے۔بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں۔یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے متبعین سے امت محمدیہ کو تفوق حاصل ہے۔وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو اس امت کا تمغہ ءامتیاز ہے۔ اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے۔اس لئے اس کو مقدم فرمایا۔ اس امت کے لئے تمغہ ءامتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اس میں کافی نہیں۔اس لئے کہ یہ امر پہلی امتوں میں بھی پایا جاتا تھا۔جس کو فلما نسوا ما ذکروا بہ ....وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے۔
امتیاز مخصوص اہتمام کا ہے۔کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں مشغول ہوں۔(فضائل تبلیغ)

محکمہ احتساب کے فرائض :

محکمہ احتساب کے مخصوص فرائض میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے علاوہ وہ ذمہ داریاں بھی شامل ہیں جو دیگر تمام محکموں کے فرائض میں شامل نہیں۔چنانچہ نماز پنجگانہ کو اپنے اوقات کے مطابق قائم کرنے کا حکم دینا اور نماز نہ پڑھنے والوں کو ضرب وجبس کی سزا دینا محکمہ احتساب کی ذمہ داری ہے۔
آئمہ مساجد اور موذنوں کی دیکھ بھال کرنا محکمہ احتساب کی ذمہ داری میں شامل ہے۔جب حکومت کسی سکہ یا کرنسی کو ممنوع قرار دیدے تو محکمہ احتساب کی ذمہ داری ہے کہ لین دین اور تجارتی معاملات میں اس ممنوعہ کرنسی کو دیگر سکوں سے مختلط ہونے سے روکے۔ناپ تول کی کمی بیشی کا سدباب کرے۔اشیاء میں ملاوٹ سے باز رکھے۔
مصنوعات کے غیر معیاری ہونے کی روک تھام کرے اور معاملات خرید وفروخت میں دھوکہ نہ ہونے دے احتکار (ذخیرہ اندوزی) سے روکے۔اور جہاں قیمتوں کا متعین کرنا ضروری ہے وہاں قیمت متعین کرے۔(فتاوی ابن تیمیہ)

احتساب کی شرائط :

احتساب کے رکن چار ہیں۔
پہلا رکن محتسب ””مسلمان ہو اور مکلف“
حضرت حسن بصری سے لوگوں نے عرض کیا کہ آدمی اس وقت تک کسی کا احتساب نہیں کر سکتا جب تک خود اپنے آپ کو پاک نہ کرلے۔
آپ نے فرمایا کہ یہ بات اسے شیطان نے سمجھائی ہے تا کہ احتساب کا دروازہ بند ہو جائے“۔
دوسرا رکن وہ چیز جس میں احتساب ہو، جو کام برا اور فی الوقت موجود ہو اس کی چار شرطیں ہیں۔

۱۔ وہ کام براہو اگرچہ گناہ نہ ہو ۲۔ گناہ بالفعل موجود ہو

۳۔ گناہ تجسس کے بغیر ظاہر ہو ۴۔ اجتہادی امر نہ ہو

تیسرا رکن وہ شخص ہے جس پر احتساب ہو۔اس کی شرط یہ ہے کہ شخص مکلف ہو۔چوتھا رکن احتساب کی کیفیت۔

احتساب کے آٹھ درجے ہیں۔

۱۔ حالات کا جاننا ۲۔ اس شخص کو برائی سے مطلع کرنا ۳۔ نصیحت کرنا

۴۔ زجروتوبیخ کرنا ۵۔ ہاتھ سے اس کی اصلاح کرنا ۶۔ دھمکی دینا

۷۔ مارنا ۸۔ مددگاروں کو بلانا

احتساب کے احکام :

اگر لوگ عام طور پر معروف پر چلنا چھوڑ دیں اور برائی کا ارتکاب کرنے لگیں تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو احتساب کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتے ہے۔ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر . (ال عمران:۱۰۴) تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضروری ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکتے رہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگرچہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے لیکن اپنے طور پر برائے ثواب یہ فرض انجام دینے والے اور سرکار کی طرف سے مقرر کردہ محتسب میں درج ذیل امور میں فرق ہے۔

۱۔ محتسب پر یہ کام فرض متعین (لازمی ذمہ داری) کی حیثیت میں لازم ہے جب کہ عام مسلمان کیلئے فرض کفایہ ہے۔

۲۔ محتسب اپنی اس ذمہ داری کو ترک کر کے دوسرے امور میں مصروف نہیں ہوسکتا۔جب کہ اس کام کو ثواب کی خاطر کرنے والا عام مسلمان (متطوع) اپنے دیگر فرائض اور مشاغل بھی انجام دے سکتا ہے۔

۳۔ محتسب کو اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اسے برے امور کے ارتکاب کی اطلاع دی جائے۔لیکن متطوع اس لئے نہیں ہوتا کہ اسے شکایات پہنچائی جائیں۔

۴۔ محتسب پر فرض ہے کہ وہ شکایت کنندہ کی جانب توجہ کرے مگر متطوع پر یہ لازم نہیں ہے۔

۵۔ محتسب کے ذمہ لازمی ہے کہ ظاہری برے امور کی تحقیق کرتا رہے۔تاکہ برے کاموں کو بند کرائے اور نیک کاموں کی پابندی کرائے جبکہ متطوع پر یہ لازم نہیں ہے۔

۶۔ محتسب لوگوں کو بری باتوں سے روکنے کے لئے اعوان طلب کرسکتا ہے تاکہ وہ زیادہ قوت اور قدرت سے برائیوں کو روک تھام کرسکیں مگر متطوع اپنے لئے اعوان یعنی مددگار نہیں طلب کرسکتا۔

۷۔ محتسب کھلی برائی کے ارتکاب پر تعزیری سزا دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ سزا حدود کے دائرے میں داخل نہ ہو۔

۸۔ محتسب کو اس کے فرائض کی انجام دہی کی تنخواہ بیت المال سے ملے گی لیکن متطوع کو اس کام کا معاوضہ لینا درست نہیں۔

۹۔ جن امور کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ رواج سے ہے۔ان میں محتسب اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کر سکتا ہے۔محتسب اگر مناسب سمجھے تو انہیں باقی رکھے ورنہ روک دے اور متطوع کو یہ اختیار نہیں ہے۔

محتسب کے شرائط :

محتسب میں حسب ذیل شرائط ہونی چاہئیں۔

ا۔ آزاد ہو۔ ۲۔ عادل (پارسا اور متقی) ہو۔ ۳۔ صاحب رائے ہو۔ ۴۔ قوت ارادی کا مالک ہو۔

۵۔ دین کے معاملے میں سخت اور عام منکرات سے بخوبی واقف ہو۔ ۶۔ حکومت کی طرف سے نامزد ہو۔

جن امور میں احتساب ہونا چاہئے ان کی چار شرائط ہیں:

ا۔ پہلی شرط یہ ہے کہ جس امر پر احتساب ہو وہ ''منکر'' ہونا چاہئے اور منکر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ''ایسی صورت حال جس میں واقع ہونا از روئے شریعت ناپسندیدہ اور ممنوع ہو۔اس مقام پر ''معصیت'' کے لفظ زیادہ عام اور زیادہ وسیع ہے مثلاً اگر بچہ شراب پی رہا ہو تو یہ معصیت نہیں مگر ''منکر'' ضرور ہے اسی طرح اگر مجنون کسی برائی کا ارتکاب کرے تو یہ معصیت نہیں منکر ہے۔اس لئے کہ بچے اور مجنون مکلّف نہیں ہیں اور معصیت کا صدور مکلف شخص سے ہوا کرتا ہے۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس وقت ''منکر'' کا احتساب کیا جا رہا ہو۔اس وقت وہ موجود ہو یعنی اس ''منکر'' پر احتساب نہیں ہوگا۔ جو ماضی میں ہو چکا ہو یا جس کا مستقبل میں کئے جانے کا ارادہ ہو۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ منکر ظاہر ہو اور محتسب کو اس لئے تجسس نہ کرنا پڑے۔

۴۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ اس امر کا منکر ہونا معلوم اور متعارف ہو اور یہ جاننے کے لئے کہ منکر ہے یا نہیں اجتہاد کی ضرورت نہ ہو اگر اجتہاد کی ضرورت ہو تو ایسے کسی امر میں احتساب نہیں ہے۔

دفع منکر کے وسائل یا درجات احتساب :

معروف کے قائم کرنے اور منکر کے مٹانے کے لئے آدمی کن ذرائع کو اختیار کر سکتا ہے اور کن ذرائع کے اختیار کرنے کی اس کو اجازت نہیں ہے؟

امام غزالیؒ نے اس سوال سے بڑی تفصیلی بحث کی ہے۔لیکن وہ ان ذرائع کو احتساب کے مختلف درجات سے تعبیر کرتے ہیں۔

اور علامہ عبدالقادر نے ان کو دفع منکر کے وسائل کا نام دیا ہے۔ (التشریح الجنائی)

امام غزالی احتساب کے آٹھ درجات بتاتے ہیں

پہلا درجہ: محتسب کو اس بات کا علم ہو کہ فلاں شخص منکر، منکرات کا ارتکاب کر رہا ہے۔

دوسرا درجہ: بعض اوقات انسان منکر کو منکر تصور نہیں کرتا۔ بلکہ معروف سمجھنے لگتا ہے۔ایسی صورت میں اس کو یہ بتانا ہوگا کہ اس کا عمل غلط ہے اور اسے اس سے باز رہنا چاہئے۔

تیسرا درجہ: اگر کوئی شخص منکر کو منکر سمجھنے کے باوجود اس کا ارتکاب کر رہا ہے یا معروف کو معروف سمجھنے کے باوجود اس کی مخالفت کر رہا ہے تو اسے خدا کا خوف دِلایا جائے آخرت کی باز پرس سے ڈرایا جائے تا کہ وہ ان چیزوں کا اثر قبول کرے اور معصیت کا ارادہ ترک کردے۔

چوتھا درجہ: اگر لطف ومحبت سے سمجھانے اور نصیحت کے باوجود کوئی شخص منکر سے باز نہ آجائے تو اسے سختی سے منع کرنا چاہئے لیکن اس میں اس بات کی احتیاط ہونی چاہئے کہ بدزبانی اور گالی گلوچ نہ ہونے پائے۔و اذا تسابت امتی سقطت من عين الله .

(كذافى الدر) (فضائل تبليغ)

پانچواں درجہ: وعظ ونصیحت اور سخت کلامی کارگر نہ ہو تو منکر کو قوت سے مٹایا جائے لیکن جن منکرات کا تعلق محض زبان یا دل سے ہے۔یا جو منکرات ارتکاب کرنے والے کی ذات تک محدود ہوتے ہیں۔ان کے سلسلے میں اس پر عمل ممکن نہیں ہے۔

چھٹا درجہ: منکر کا ارتکاب کرنے والے کو ڈرایا اور دھمکایا جائے۔لیکن اس میں یہ بات ملحوظ رہے کہ دھمکی ایسی نہ دی جائے جس پر عمل کرنا شرعاً حرام ہو۔

ساتواں درجہ: منکر کا ارتکاب کرنے والے کو مارا پیٹا جائے اور س کے خلاف ہتھیار استعمال نہ کئے جائیں۔لیکن اگر ہتھیار اٹھائے بغیر منکر کے مٹانے کی کوئی صورت نہ ہو تو ہتھیار اٹھائے جائیں۔اور ضرورت کی حد تک ان کو استعمال کیا جائے۔

نوٹ: منکر کے ازالے کے اس درجہ میں اگر دوسرے طرف سے ایذاءرسانی کا توقع ہو تو اس صورت میں شرط یہ ہے کہ محتسب ازالہ منکر کیلئے ہتھیار کا استعمال میں اگر متوقع ایذاءرسانی کا تعلق صرف محتسب کی ذات سے ہو اور دوسروں تک محتسب علیہ کی ایذا نہ پہنچے۔ اگر یہ خیال ہو کہ احتساب سے نہ صرف مجھے ضرر ہوگا بلکہ میرے ساتھ دوست احباب اور عزیز رشتہ دار بھی نقصان اٹھائیں گے۔اس صورت میں احتساب ایسے طریقے سے کرنا جن سے مذکورہ بالا اذیت رسانی کی خطرہ مول لیتے ہوئے جائز نہیں،اس لئے کہ یہاں ایک منکر کے ازالے سے دوسرے منکر پیدا ہونے کا غالب گمان موجود ہے پس با قاعدہ اخف الضررین یہ ہے کہ تحمل پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ اقارب کو ایذاء پہنچے کا خوف ہو اس کے مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص تارک الدنیا ہے نہ اس کے پاس مال ہے اور نہ متاع نہ جائیداد نہ منصب۔ البتہ اس کے اقارب کے پاس مال،منصب،جائیداد وغیرہ ہیں۔اس شخص کو اپنے بے سروسامانی کا کوئی ڈر نہیں اگر ڈر ہے تو صرف اس بات کا کہ اگر میں نے بادشاہ کا احتساب کیا تو وہ میرے غصے پر میرے اقارب کو اپنے عہدوں سے برطرف کردیگا۔ان حالات میں احتساب نہ کرنا چاہئے۔ البتہ اگر اقارب کا جان و مال جانے کا خطرہ نہ ہو صرف برا بھلا کہنے کا خوف ہو تو اس صورت میں گنجائش ہے۔ لیکن یہ اتنے زیادہ سخت اور توہین آمیز نہ ہو جس پر وہ مشتعل ہوجائیں۔احیاء العلوم ج ۲/ ۵۱۴

آٹھواں درجہ: کوئی شخص تنہا منکر کے مٹانے پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے دوسروں سے تعاون حاصل کریں۔

طریقہ کار اور فرائض :

الماوردی اور ابوالاعلیٰ کی "الاحکام السلطانیہ" کے نام سے مشہور تصانیف ہیں جو نام کے اشتراک کے ساتھ موضوع اور مضامین کے اعتبار سے بھی باہم مشابہ ہیں ان دونوں حضرات نے احتساب کے طریقہ کار اس کے فرائض پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

محتسب کے فرائض کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ امر بالمعروف اور ۲۔ نہی عن المنکر

امر بالمعروف کی بھی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ وہ امور جو محض حقوق اللہ سے متعلق ہوں۔ ۲۔ وہ امور جو حقوق العباد سے متعلق ہوں۔

۳۔ وہ امور جو ایک پہلو سے حقوق اللہ سے تعلق رکھتے ہو اور دوسرے پہلوؤں سے ان کا تعلق حقوق العباد سے ہو۔

حقوق اللہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔اول۔اجتماعی امور اور دوم انفرادی امور اجتماعی امور کی مثال۔ جمعہ جماعت کی نماز اور اذان کی پابندی کروانا۔انفرادی امور کسی شخص کا نماز میں تاخیر کرنا۔اسے یاددلانا اگر اس نے محض سستی کی بناء پر تاخیر کی ہے تو اسے تادیب بھی کرے۔

حقوق العباد سے متعلق امر بالمعروف کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ عام ۲۔ خاص

عام کی مثال یہ ہے کہ کسی شہر کی نہر وغیرہ بند ہو جائے یا شہر پنا گر جائے یا حاجت مند مسافر گذریں اور ان کی اعانت نہ ہو۔ایسی صورت میں اگر بیت المال میں سرمایہ موجود ہو اور اس کی خرچ کرنے سے مسلمانوں کو مضرت نہ پہنچے تو اس سے نہر کی اصلاح اور شہر پناہ کی تعمیر اور مسافروں کی حاجت روائی کا حکم دے کیونکہ یہ حقوق بیت المال پر واجب ہیں۔ان لوگوں پر نہیں یہی حکم مساجد کے منہدم ہونے کا ہے۔ جو مساجد لوگوں نے اپنے مصارف سے بنائی ہوں وہ اگر اصلاح و مرمت کے لئے گرادی اور پھر ان کی تعمیر نو میں کوتاہی کریں تو محتسب ان کی تعمیر نو کا حکم دے سکتا ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد میں مشترک امور:

ا۔ محتسب لوگوں کو ان کی زیر کفالت یتیم بچوں کے نکاح کا حکم دے۔

۲۔ شوہر کی وفات یا طلاق کی صورت میں عورت کو عدت گزارنے کا حکم دے۔

۳۔ مالکوں کو پابند کرے کہ وہ ملازموں کے حقوق ادا کرے اور ان پر ان کی قوت سے زیادہ بار نہ ڈالیں۔

۴۔ بار برداری کرنے والوں کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ جانوروں پر ان کی قوت سے زیادہ بوجھ نہ لادیں۔

۵۔ اگر کسی کو کہیں سے لاوارث بچہ مل جائے تو محتسب اس کی پوری طرح دیکھ بھال کا پابند رہے۔

نہی عن المنکر کی بھی تین قسمیں ہیں:

ا۔ حقوق اللہ سے متعلق ۲۔ حقوق العباد سے متعلق ۳۔ دونوں سے متعلق

حقوق اللہ سے متعلق نہی عن المنکر کی بھی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ عبادات سے متعلق ۲۔ محظورات (شرعی ممنوعات) سے متعلق۔ ۳۔ معاملات سے متعلق

عبادات سے متعلق منکرات جن میں محتسب مداخلت کرسکتا ہے۔

ا۔ کوئی شخص احکام شریعت اور عبادت کی مسنون اوصاف میں ردوبدل کرے۔

۲۔ رمضان المبارک میں بغیر سفر یا مرض کے افطار کرے۔

۳۔ جس شخص پر اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ واجب ہو اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے تو محتسب جبراً وصول کرے اور کوتاہی کرنے والے کو سزا دے۔ جبکہ اموال باطنہ کی زکواۃ کی عدم ادائیگی پر نظر رکھنا محتسب ہی کا کام ہے۔

۴۔ اگر کسی کو صدقہ مانگتے ہوئے دیکھے اور محتسب کو اس کے حالات سے اس کا غنی ہونا معلوم ہو تو روک دے اور تادیب کرے۔ اگر ایسا مضبوط و توانا شخص جو کام کرسکتا ہو۔ سوال کرتا ہو تو محتسب کو چاہئے کہ اسے روکے اور سعی و محنت سے روزی حاصل کرنے کا حکم دے۔

۵۔ نااہل اور جاہل شخص کو علمی باتیں کرنے سے روکنا اور تقریر و عظ کرنا محتسب کا کام ہے۔

محظورات (شرعی ممنوعات) سے متعلق منع کرنے کی بھی یہی صورت ہے کہ لوگوں کو محل شبہ اور تہمت سے روکے۔

ارشاد نبی ﷺ ہے دع ما یریبک الی مالا یریبک... (رواہ الترمذی)

''ایسا امر اختیار کرو جو شبہ سے بالاتر ہو اور ایسے امر کو ترک کردو جس میں شبہ ہو''۔

تادیب میں جلدی نہ کرے اس سے پہلے منع کرنا چاہئے۔ محظورات جب تک ظاہر نہ ہو محتسب خود ان کی تفتیش نہ کرے۔ سوائے اس کے کہ کسی کو کسی برے کام کے ارتکاب کی تیاری کے بارے میں معلوم ہو جائے تو اس کو روکنے کی کوشش کرے۔

معاملات سے خرید و فروخت اور سکوں میں ہر فریب اور دھوکہ دہی کی تمام صورتوں کا محتسب انسداد کرے اور حسب ضرورت تادیب کرے۔ محتسب کا یہ اہم فریضہ ہے کہ ناپ تول اور پیمائش میں کمی کرنے کا قطعی انسداد کرے اس پر سخت سزا دے اور سب کے سامنے دے۔ اگر کوئی شخص سرکاری مہر شدہ کی شکل پر جعلی باٹ یا پیمانہ بنائے تو وہ جعلی سکے بنانے والے کی طرح مجرم ہے۔ اگر ناقص بھی ہے۔ تو دو حیثیت سے سزا کا مستحق ہے۔ ایک جعلسازی کی بناء پر بحق سرکار دوسری ناقص رکھنے کی وجہ سے بحق شریعت اور یہ سزا پہلی سے سخت ہونی چاہئے اور اگر جعلسازی کی ہو مگر کمی نہ کی تو ضرور بحق سرکار سزا دی جائے۔

حقوق العباد سے متعلق:

جو منکرات محض حقوق الناس سے متعلق ہیں۔ ان کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے ہمسائے کی حد یا مکان کے صحن میں کچھ تعمیر کرے یا اس

کی دیوار پر شہتیر رکھے۔اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ استغاثہ نہ کرے محتسب کوئی دخل نہ دے۔کیونکہ یہ اس کا اپنا حق ہے معاف بھی کر سکتا ہے اور مطالبہ بھی کر سکتا ہے۔

اگر استغاثہ کرے اور فریق مخالف اس کا انکار کرے تو محتسب اس کا حق دلوائے۔جبکہ فریق مخالف کے انکار کی صورت میں یہ دائرہ اختیار قاضی کا ہے محتسب کا نہیں ہے اگر کوئی شخص اجیر پر زیادتی کرے مثلاً اجرت کم دے یا کام زیادہ لے تو محتسب اسے ایسا کرنے سے باز رکھے اور اگر ایک دوسرے کی بات کا انکار کریں تو یہ دائرہ اختیار احتساب کا نہیں بلکہ قضاء کا ہے۔

تین قسم کے پیشہ وروں کی نگرانی بھی محتسب سے متعلق ہے۔

۱۔ وہ جن کے کام میں افراط وتفریط کا اندیشہ ہو جیسے طبیب اور معلم،طبیب کی پیشہ ورانی کوتاہی انسانی جان کے لئے نقصان دہ اور معلم کی کوتاہی انسانی سیرت وکردار کیلئے مضر رساں ہے۔

۲۔ وہ پیشہ ور جن کے کام میں امانت وخیانت کا پہلو موجود ہو۔مثلاً سنار، کپڑا بننے والا اور تمام حرفتوں اور ہنر والے محتسب ان کی امانت ودیانت پر نظر رکھے اور کسی طرح کی خیانت سے باز رکھے۔

نوٹ: اس سلسلے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ ان کا انتظام محکمہ پولیس سے متعلق ہو تو بہتر ہے۔اور یہ رائے صحیح بھی کیونکہ خیانت سرقہ کے تابع ہے۔

۳۔ تیسری قسم ایسے ہنرمندوں کی ہے۔جن کے کام میں عمدگی اور ردائت (خرابی) کا پہلو ہو تو محتسب کو چاہئے کہ ان ہنرمندوں کو عمدہ کام کر کے دینے کا پابند کرے۔اور عدم تعمیل کی صورت میں مواخذہ کرے اور تاوان دلوائے۔

عدم تجسس:

شریعت نے تجسس سے منع کیا ہے۔اس لئے کسی کی برائیوں کو ٹوہ میں رہنا مناسب نہیں ہے۔قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے۔

ولا تجسسو. (الحجرات) ''ایک دوسرے کے بھید نہ ٹٹولو''

نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔**ان الامیر اذا بتغی الریبة فی الناس افسدھم.** (ابوداؤد ''کتاب الاداب'') جب امیر لوگوں میں شکوک تلاش کرے (یعنی شک کی بنیاد پر ان سے بدگمانی کرے) تو ان کو بگاڑ دے۔

ایک دوسری روایت ہے۔**انک ان اتبعت عورات الناس افسدتھم.** (ابوداؤد ''کتاب الاداب'') اگر تم لوگوں کے عیوب کا پیچھا کرو گے تو ان کو خراب کر دو گے۔

منکر پر گرفت کا حق کسی کو اس وقت حاصل ہوتا ہے۔جب کوئی کھلم کھلا برائی کا ارتکاب کر رہا ہو۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا گیا کہ فلاں شخص کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے تو آپ نے فرمایا

"انا قد نهينا عن التجسس و لكن ان يظهر لنا شي نا خذ به ." (ابو داؤد "كتاب الاداب")

ہم کو تجسس سے منع کیا گیا ہے۔ہاں اگر کوئی شخص ہمارے سامنے (گناہ کا) اظہار کرے تو ہم اس پر گرفت کرینگے۔

شریعت کا حکم ہے کسی سے معصیت کا صدور ہو جائے تو اس کا اعلان نہ کرتا پھرے بلکہ اس کو چھپا دے تا کہ پورے ماحول میں اس کے چرچے نہ ہوں اور برائی جن حدود میں ہے اس سے آگے نہ پھیلے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

" ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فى الذين آمنوا لهم عذاب اليم فى الدنيا و الآخرة ....النور ۱۹ "

جو لوگ مسلمانوں میں برائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں۔ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔بندگان خدا کو ایذا نہ دو۔انہیں عار نہ دلاؤ۔ان کی پوشیدگیاں نہ ٹٹولو جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا۔اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائیگا۔اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا۔کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔(تفسیر ابن کثیر "مذکورہ آیت")

امام مالک ایک روایت نقل کرتے ہیں۔"جو شخص ان گندگیوں میں سے کسی گندگی میں ملوث ہو جائے تو اللہ جل شانہ نے اس پر جو پردہ ڈال رکھا ہے۔اسے ڈالے رہے۔کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے جرم کو ہمارے سامنے ظاہر کرے گا تو ہم خدا کا قانون اس پر نافذ کریں گے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الحدود)

اس سے معلوم ہو کہ جو شخص اپنے جرم کو چھپا رہا ہے۔وہ شریعت کی ہدایت پر عمل کر رہا ہے۔اور جو اسے نمایاں کرنے اور کھولنے کی فکر میں ہے۔وہ ایک دوسری برائی کا ارتکاب کر رہا ہے۔اگر منکر کے علامات بہت ہی واضح ہوں۔یعنی کسی مکان سے گانے بجانے کی آواز آ رہی ہو۔ تو بھی علامہ ابوالحسن ماوردی کہتے ہیں کہ مکان میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔یعنی جو برائیاں چھپی ہوئی ہیں۔ان کے بھی سامنے آنے کا امکان ہے۔نہی عن المنکر کے لئے چھپی ہوئی برائیوں کا کھولنا صحیح نہیں ہے۔ہاں اگر منکرات کی نوعیت ایسی ہو کہ بعد میں اس کی تلافی ممکن نہ ہو۔تو علامہ ماوردی تجسس چھان بین اور فوری اقدام کی اجازت دیتے ہیں۔ **(الاحكام السلطانيه)**

اس سے معلوم ہوا کہ عدم تجسس امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلے کی ایک اہم شرف ہے۔البتہ بعض ناگزیر حالات میں تجسس کی اجازت ہے۔امام غزالی فرماتے ہیں۔ **"و قد امرنا نستر مانشز الله و ننكر على من ابدى لنا صفحة"** ہم کو حکم دیا گیا ہے کہ جس چیز کو اللہ نے پوشیدہ رکھا ہے۔ اسے پوشیدہ رکھیں اور جو شخص ہمارے سامنے اپنے جرم کا اظہار کرے اس پر نکیر کریں۔اس سلسلے میں مزید فرماتے ہیں۔**"معنى التجسس طلب الامارات المعرفة ان حصلت و اورثت المعرفة جاز العمل بمقتضا ها فاما طلب الامارة المعرفة فلا رخصة فيه اصلا "** تجسس کے معنی ہیں۔علم عطا کرنے والے علامات کی تلاش۔اگر یہ علامات خود بخود حاصل ہوں اور ان سے (منکر کا) علم ہو جائے تو اس کے مطابق عمل کرنا جائز ہے۔لیکن ان علامتوں کو تلاش کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔(احیاء علوم الدین، ج ۲)

باب سوم

محتسب کے لئے اوصاف وآداب

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کچھ خاص قسم کے اوصاف چاہتا ہے۔ جس شخص میں یہ اوصاف ہوں وہ اس کام کو ٹھیک ٹھیک اپنے تمام حدود وشرائط کے ساتھ انجام دے سکتا ہے۔ اور جو ان اوصاف سے خالی ہو اس کے لئے اس کام کا حق ادا کرنا ممکن نہیں ہے۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آوے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب کام غیر اہل کے سپرد ہوگا۔ (دعوت تبلیغ (سلسلہ مواعظ اشرفیہ ج ۱۳)

علم، تقوی اور حسن اخلاق:

محتسب کو احتساب کے حدود وضوابط سے آگہی حاصل ہو اور اسے شریعت کے اوامر ونواہی کی کما حقہ واقفیت حاصل ہو۔

خوف خدا اور تقویٰ موجود ہو تا کہ جن امور پر لوگوں کا احتساب کرے ان پر خود بھی پورا اترے۔

کہیں اس آیت کا مصداق نہ ہو "اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم" بقرة. ۴۴

لیکن حقیقت یہ ہے کہ محض قول کی کوئی تاثیر نہیں ہوتی بلکہ تاثیر سیرت وکردار کی ہوتی ہے جتنا انسان خود باعمل ہوگا اتنی ہی اسے کہنے میں اثر ہوگا۔

نماز:

نماز مومن کو اس کے قابل بناتی ہے کہ وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے سکے۔ دنیا کو بھلائی کا حکم دے سکے اور برائی سے روک سکے حضرت لقمان کی نصیحت میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یابنی اقم الصلوة و امر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی مااصابک ان ذٰلک من عزم الامور. لقمان،۱۷

اے میرے بیٹے نماز قائم کرو اور بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس راہ میں جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کر۔ یقیناً یہ بڑا عزم کا کام ہے۔ حضرت لقمان کی نصیحت میں اقامت الصلوۃ کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ذکر موجود ہے یہ حقیقت میں تکمیل ذات و تکمیل غیر، کے دو عنوانات ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

(یابنی اقم الصلوة) تکمیلا لنفسک...... (وامر بالمعروف وانه عن المنکر) تکمیلا لغیرک. (تفسیر کبیر)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو کس قدر تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اذا کملت نفسک بعبادة الله فکمل غیرک فان شغل الانبیاء وورثتهم من العلماء هو ان یکملوا انفسهم و یکملو غیرهم". خدا کی عبادت کے ذریعے جب تم اپنی ذات کی تکمیل کر چکو تو دوسروں کی بھی تکمیل کرو۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے ورثاء علماء کا یہ کام رہا ہے کہ وہ اپنی ذات کی بھی تکمیل کرتے ہیں اور دوسروں کی بھی۔ (تفسیر کبیر)

عمر ابن الخطاب رضی الله عنه کتب الی عماله ان اهم امورکم عندی الصلوٰة من حفظها او حافظ علیها حفظ

دینه و من ضیعها فهو لما سواها اضیع (کذافی الدر)

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک اعلان سب جگہ کے حکام کے پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مہتم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کرسکتا ہے اور جو اس کو ضائع کردے گا وہ دین کے اور اجزاء کو ضائع کردے گا۔ اور یہی مطلب ہے حق سبحانہ وتقدس کے اس ارشاد کا ''ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء و المنکر۔ العنکبوت ، ۴۵'' بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے۔

حضور اقدس ﷺ سے کسی نے حق تعالیٰ شانہ کے ''ان الصلوٰۃ .....'' کے متعلق دریافت کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں (کذافی الدر المنثور) (فضائل نماز)

لہذا جو شخص منکر کے خلاف اور معروف کو پھیلانے کے عزم سے میدان میں آئے اس کیلئے نماز کتنی اہمیت رکھتی ہے۔

صبر:

فاصبرو کما صبر اولو العزم من الرسل ....الاحقاف ۳۵

پس اے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبر کر جس طرح ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے صبر کی ضرورت واہمیت کا اندازہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں۔ **امر اللہ الرسل و ھم ائمۃ الامر بالمعروف و النھی عن المنکر بالصبر** ''**(الحسبۃ فی الاسلام)**

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو جو کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے معاملے میں دوسروں کے امام ہیں صبر کا حکم دیا ہے۔

جب خدا کے پیغمبروں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے صبر کی ضرورت تھی تو عام افراد بغیر صبر کے اسے کیسے انجام دے سکتے ہیں۔

حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ساتھ صبر کی بھی نصیحت کی ہے یہ اس حقیقت کا اظہار ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر صبر چاہتا ہے بے صبر انسان اس کا اہل نہیں ہوسکتا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''**من یامر بالمعروف و ینھی عن المنکر یوذی فامرہ بالصبر**'' ۲

جو شخص معروف کا حکم دے اور منکر سے روکے اسے (لوگوں کی طرف سے) تکلیف پہنچائی جاتی ہے۔ اس لئے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو صبر کا حکم دیا۔ یہی بات ہم سورۃ عصر میں دیکھتے ہیں۔ کہ **تو اصی بالحق** کے ساتھ **تو اصی بالصبر** کا حکم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بہت دشوار کام ہے۔ یہ آدمی کی بہترین صلاحیتوں کو نچوڑ لیتا ہے۔ اس میں قدم قدم پر انسان کی قوت برداشت کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اور اسے سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس کام کو وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس میں مصائب کو جھیلنے کی طاقت ہو جو چوٹ پر چوٹ کھانے کے باوجود دین پر جمنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

اسی طرح امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان پہلے اپنی خواہشات نفس پر غلبہ پائے اور احکام الٰہی کا تابع ہو

جائے کیونکہ جس شخص میں اپنے نفس کی خواہشات پر غالب آنے کی صلاحیت نہیں ہے وہ دوسروں کی اصلاح نہیں کرسکتا۔
صبر کا وصف ان تمام خوبیوں کا جامع ہے جس شخص میں صبر کا وصف ہے وہ اس قابل ہوگا کہ سخت ترین حالات میں بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دے سکے اور مسلسل انجام دیتا رہے لیکن جو شخص اس وصف سے محروم ہے وہ اس کام کو انجام نہیں دے سکتا اور اگر کبھی اس کی ہمت کر بھی گزرے تو ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

عفوودرگزر اور اعراض:

قرآن مجید نے عفو، امر بالمعروف اور اعراض کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ جلّ شانہ ہے۔
خذالعفو وامر بالمعروف و اعرض عن الجاهلين. (اعراف) عفو کی روش اختیار کرو معروف کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف سے عفو واعراض کا بہت گہرا تعلق ہے۔ مفسرین نے آیت کے پہلے ٹکڑے 'خذ العفو' کے دو معنی بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کے ساتھ عفوودرگزر کا برتاؤ کیا جائے۔
دوسرے یہ کہ مالی مطالبات میں ان پر سختی نہ کی جائے بلکہ وہ بآسانی جو بھی دے سکتے ہوں۔ اسے قبول کرلیا جائے۔ (روح المعانی)
ان دونوں چیزوں کا تعلق اخلاق سے ہے
انسان امر بالمعروف کے قابل اسی وقت ہوتا ہے جب کہ وہ اخلاقی حیثیت سے بہت بلند ہو جو شخص حکم اور بردباری کا پیکر ہو جو لوگوں کی غلطیوں کو معاف کردے اور جو ان کی ظلم وزیادتی وطعن وتشنیع کو برداشت کرے۔ اسی کے لئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا انجام دینا ممکن ہے۔ پس بداخلاق اور جذباتی انسان اسے انجام نہیں دے سکتا۔ عفوودرگزر، اعراض کا مطلب یہ بھی ہرگز نہیں کہ اگر کوئی شخص خدا اور رسول ﷺ سے بغاوت کردے تو اس کے ساتھ مداہنت کی جائے یا جن اعمال کی ادائیگی سے کوئی بھی فرد مستثنیٰ نہیں ہے۔ ان میں ڈھیل دی جائے اور جن حقوق کا ادا کرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے ان میں نرمی کی جائے کیونکہ اس قسم کے معاملات میں نرمی یا غفلت سے شریعت کا سارا نظام درہم برہم ہوجائیگا۔ عفوواعراض کا تعلق عام اخلاقیات اور انسانی سلوک سے ہے۔ حقوق اور واجبات سے نہیں ہے۔ امام رازیؒ عفو اور امر بالمعروف کے احکام کی نوعیت سے بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''وہ حقوق جو انسانوں سے حاصل کئے جاتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ یا تو ان میں ڈھیل دی جاسکتی ہے اور صرف نظر ممکن ہے یا یہ بات ممکن نہیں ہے خدا بزرگ وبرتر کا فرمان کہ ''درگزر کی روش اختیار کرو'' پہلی قسم سے تعلق رکھتا ہے دوسری قسم جسمیں درگزر اور ڈھیل صحیح نہیں ہے اس کے بارے میں امر بالمعروف کا حکم ہے عرف، عارفہ اور معروفہ ہر اس کام کو کہتے ہیں جو اس حیثیت سے جانا پہچانا جائے کہ اس کا ڈر کرنا ضروری ہے اور اس کے باجود نہ ہونے سے اس کا موجود ہونا بہتر ہے اگر اس دوسری قسم میں بھی درگزر سے کام لیا جائے معروف کا حکم نہ دیا جائے اور حقیقت حال نہ کھولی جائے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ دین کو بدلنے اور حق کو مٹانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ظاہر ہے یہ بات صحیح نہیں ہے (تفسیر کبیر)
ابن جریر طبری اعراض کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ذٰلک و ان کان امرا من اللہ نبیہ بہ فانہ تادیب منہ عن ذکرہ بخلقہ باحتمال من ظلمھم او اعتدی علیھم لا بالاعراض عمن جھل الواجب علیہ من حق اللہ ولا بالفصح عمن کفر باللہ و جھل و حدانیتہ و ھو للمسلمین حرب". (جامع البیان فی تفسیر القران جز ۹،)

"یہ گوخدا کی طرف سے نبی ﷺ کواعراض کاحکم ہے لیکن اس میں خدائے تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو یہ ادب سکھایا ہے کہ جوان پر ظلم وزیادتی کرے اسے وہ برداشت کریں یہ نہیں کہ جوشخص خدا کے لازمی حق کے مقابلے میں سرکشی کا رویہ اختیار کرے اس سے بھی اعراض کریں اور نہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ کے ساتھ کفر اور اسکی وحدانیت کا انکار کرے اس سے درگزر کریں کیونکہ ایسا شخص مسلمانوں کا محارب ہے۔

اخلاص:

اخلاص ہر کام کی جان ہے۔ دنیا جن کاموں کو عظیم سمجھتی ہے وہ بھی خدا کے نزدیک بے وزن ہیں۔ اگر ان سے روح اخلاص نکل جائے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جوشخص تقریر و بلاغت اس لئے سیکھے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرلے تو قیامت کے دن اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم ﷺ نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمادیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔ (فضائل تبلیغ)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہے جو خالص انہی کیلئے کیا گیا ہو۔

قیامت کے میدان حشر میں ایک منادی بآواز بلند کہے گا جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اس کا ثواب اور بدلے اسی سے مانگے۔ اللہ تعالیٰ سب شرکاء میں شرک سے بہت زیادہ بے نیاز ہے۔ (فضائل تبلیغ)

امر بالمعروف ونہی عن المنکر دین کی خدمت اور انسان کے لئے بہت بڑی سعادت ہے اتنی بڑی سعادت کہ اس سے بڑی سعادت کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سعادت ان لوگوں کو ملتی ہے جو سراپا اخلاص ہوں اور جو اپنی شخصیت کو رضائے الٰہی کی طلب میں گم کریں اور جو آخرت کی کامیابی کے سوا کوئی دوسری چیز نہ چاہتے ہوں۔

لیکن یہ ایک واقعہ اور حقیقت ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے کام میں اخلاص کا باقی رہنا بہت مشکل ہے جب اس کی خدمت دین، اسکی استقامت اور اس کی قربانیوں کا ہر طرف چرچا ہو اور سب تعریف کرنے والی زبانیں اس کی مدح سرائی میں مصروف ہوں تو اس بات کا سخت خطرہ ہے کہ اس کے اندر شہرت، نام آوری، اور ریا کا جذبہ ابھر آئے۔ اس جذبے کے ابھر آنے کے بعد امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے خواہ مخاطب کو فائدہ پہنچ جائے۔ لیکن اس فرض کا انجام دینے والا یقیناً اس کے نفع سے محروم ہی رہے گا۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ایک اہم شرط یہ ہے کہ اس کام کا کرنے ولا اپنے کام میں مخلص ہو اور اس سے اس کا مقصد یہ ہو کہ خدا کا دین غالب اور اس کا کلمہ بلند ہو اس کی مخلوق اس کے احکام کے تابع ہو جائے اگر وہ اپنے عمل میں سچا ہے اور اخلاص کے مقام پر کھڑا ہے تو یقیناً اس کی مدد ہوگی اور منکر زائل ہوگا، ارشاد باری تعالیٰ ہے اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔(المبین المعین لفهم الاربعین)

جو شخص اس فریضہ کو انجام دے رہا ہے اسے اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ ایک ایسا کام کر رہا ہے جس کے لئے خدا کے پیغمبروں کی بعثت ہوئی تھی اور جسے محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے انجام دیا تھا۔ اس لئے اگر اس کے اندر پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کے اخلاص کی معمولی سی جھلک بھی نہیں ہے تو وہ کسی طرح ان کا جانشین نہیں ہوسکتا۔ غرائب القران ورغائب الفرقان میں نظام الدین نشاپوری فرماتے ہیں۔

کل ذٰلک ایمانا و احتسابا لا سمعة ولارياء و لا لغرض من الاغراض النفسانية والجسمانيه و ذٰلک ان هٰذه الدعوة منصب النبی ﷺ و خلفاء الراشدين (رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعين) بعده.

یہ سب کچھ ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے ہو نہ یہ کہ شہرت اور ریا اور نفس وجسم کی کسی غرض کی تکمیل کیلئے اس لئے کہ یہ دعوت نبیؐ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کا منصب ہے۔

باب چہارم

محاسبہ نفس

ارشادات ربانی: **اقترب للناس حسابهم و هم فی غفلة معرضون (الانبياء)** ان لوگوں سے ان کا حساب نزدیک آپہنچا اور یہ غفلت میں ہے۔(تفسیر القران)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "الناس" سے مشرکین مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بوقت نزول اگر چہ اس سے اشارہ مشرکین کی طرف تھا۔ مگر اب یہ سب کیلئے عام ہے اور حساب آخرت مراد ہے۔(تفسیر جواہر القران)

ثم لتسئلن يومئذ عن النعيم ۃ التكاثر: ۸ "پھر اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی"۔

لتسئلن میں خطاب عام ہے۔ بقرینہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے حضرت شیخین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا **لتسئلن عن هذا النعيم (كذافی الصحاح)**۔ یعنی جب غیر مجرمین تک سے سوال ہوگا کہ اس پر کوئی ضرر مرتب نہ ہو تو مجرمین تو کیوں بچ جاویں گے اوران کیلئے وہ مضر بھی ہوگا۔(تفسیر القران)

ارشادات نبی ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو بعض نمازوں میں یہ دعا مانگتے سنا ہے۔

''اللهم حاسبنی حسابا یسیرا.''اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجیو۔
میں نے حضور ﷺ سے پوچھا آسان حساب کی صورت کیا ہوگی۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا'' ان ینظر فی کتابہ فتجاوز عنہ''
یعنی صرف نامہ اعمال پر نظر ڈالی جائے گی اور کہہ دیا جائیگا کہ جاؤ ہم نے درگزر کیا۔(مسند احمد)
جس سے حساب میں پوچھ گچھ ہوگی وہ برباد ہوگا۔ من نوقش فی الحساب ھلک (مسند احمد)
دوسری روایت میں ہے کہ یہ بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی انگلی اپنے ہاتھ پر پھیر کر جس طرح کوئی چیز کریدتے ہوئے
مطلب یہ ہے کہ جس سے باز پرس اور کرید ہوگی وہ عذاب سے بچ نہیں سکتا خود حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جس سے باقاعدہ حساب
ہوگا تو بے عذاب نہیں رہ سکتا۔ (تفسیر ابن کثیر)
پیغمبر اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔
''من حاسب نفسه فی الدنیا لم یحاسبه الله یوم القیامة''. کہ جو شخص دنیا میں اپنے نفس پر محاسبہ کرتا رہے گا۔قیامت کے دن
اللہ تعالیٰ اس سے حساب نہیں لے گا یعنی جس سے کہ اسے نقصان پہنچے)۔ (مفردات القران (اصفہانی)
ایک بار صحرا نشین عربوں کا مسجد نبوی ﷺ میں اتنا ہجوم ہوگیا کہ حضور ﷺ پسینے سے تر ہوگئے۔مہاجرین نے اٹھ کر لوگوں کو کنارے کیا۔
حضور ﷺ مسجد سے اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرے میں چلے گئے بتقاضائے بشریت زبان مبارک سے بددعا نکل گئی۔
اس کا حضور ﷺ پر اتنا اثر ہوا کہ قبلہ رخ بیٹھ گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی'' خدایا میں ایک انسان ہوں۔اگر تیرے کسی بندے کو مجھ سے
کوئی تکلیف پہنچے تو مجھے سزا نہ دیجیو''۔(سیرت النبی ج ۲ بحوالہ مسند احمد)(تاریخ الخلفاء)

ارشادات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

ایک بار ایک صحابی جن کا نام رافع طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔آپ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کریں۔آپ ﷺ نے فرمایا'' خدا تم پر برکت ورحمت نازل فرمائے۔نمازیں پڑھا کرو، روزے رکھا کرو، زکوٰۃ دو اور حج کرو'' اور سب سے بڑی نصیحت یہ کہ کبھی حکومت اور امارت قبول نہ کرنا۔دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔اور قیامت کے روز اس سے سختی سے حساب لیا جائے گا اور اس کا اعمال نامہ بہت لمبا ہو جائے گا۔(خلفائے راشدین)۔(خاصان خدا کا خوف آخرت (حصہ اول)
حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نسبت فرماتے تھے۔اگر میرا ایک پاؤں جنت میں ہو اور دوسرا اس سے باہر تو پھر بھی میں اپنے آپ کو اللہ کے غضب سے محفوظ تصور نہیں کرسکتا۔ (خاصان خدا کا خوف آخرت (حصہ اول)

ارشادات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

سالم بن عبداللہ کا بیان ہے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ کی پیٹھ کے زخم کو اپنے ہاتھ سے دھوتے ہوئے فرماتے مجھے خوف ہے کہ

روزِمحشر مجھے ایک ایک سانس کی پرسش ہوگی۔ (خاصان خدا کا خوف آخرت (حصہ اول)

ابن سعد نے زاذان کے ذریعہ کی زبانی نقل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے پوچھا ''میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ تو میں (سلمان نے عرض کیا کہ آپ اگر مسلمانوں کا ایک پیسہ بھی لے کر بے جا طور پر خرچ کریں تو بادشاہ کہلائیں گے اور خلیفہ نہ رہیں گے۔'' اس پر حضرت عمر اللہ تعالیٰ عنہ نے گریہ وزاری فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت عمر اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بخدا میں نہیں جانتا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ۔ اگر بادشاہ ثابت ہوا تو سخت مشکل ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا اے امیر المؤمنین! بادشاہ اور خلیفہ میں فرق ہے۔ فرمایا کیا؟ تو اس شخص نے کہا کہ خلیفہ کی شان یہ ہے کہ وہ بے جا وصول اور بے جا خرچ نہیں کرتا اور الحمد للہ آپ کی یہی حالت و کیفیت ہے۔ رہا وہ بادشاہ جو رعایا پر جبر و ظلم کر کے جس سے چاہتا ہے وصول کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ وہ کسی ضابطہ کا پابند نہیں ہوتا۔ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء)

ایک بار سورۃ التکویر کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔'' انا الصحف نشرت'' (جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔) تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور کئی دن ایسی حالت میں رہے۔ (خلفاء راشدین)

ایک دفعہ کسی گھر کی طرف سے گزر ہوا۔ وہ نماز میں سورۃ الطور پڑھ رہا تھا۔ جب آیت'' ان عذاب ربک لواقع'' (یقیناً تیرے رب کا عذاب نازل ہونے والا ہے) پر پہنچے۔ آپ سواری سے اترے اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھے رہے۔ ایک مہینہ تک بیمار رہے۔ (خاصان خدا کا خوف آخرت)

اور میں انہیں یہ کہتے سن رہا ہوں۔ کہ ''اے دنیا! کیا تو مجھے نشانہ بنانا چاہتی ہے اور میرے لئے بن سنور کر آتی ہے؟ دور رہو! دور رہو! اور میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے۔ میں نے بغیر رجعت کے تجھے تین طلاقیں دی تیری عمر مختصر، تیرا عشق حقیر، اور تیرا خطرہ بہت ہی بھاری ہے۔ آہ زادِ سفر کم، سفر لمبا اور راستہ وحشتناک۔'' (صفۃ الصفوۃ، ابن جوزی) (منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین)

مقام صحابہ، اقوال اور احوال صحابہ (اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

حضر سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ''خدا کی قسم ہے۔ صحابہ کرام میں سے کسی شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا۔ جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت و عمل سے بہتر ہے اگر چہ اس کو عمر نوح ؑ عطا ہو جائے''۔ (جمع الفوائد)

ائمہ مجتہدین کے نزدیک خلفائے راشدین کے اقوال اور افعال ادلہ شرعیہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان کو قیاس پر مقدم رکھا جاتا ہے۔

خلفائے راشدین کا دور خلافت، عہد نبوت کا تتمہ تھا۔ جو وعدے نبی کریم ﷺ سے کئے گئے تھے۔ وہ خلفائے راشدین کے ہاتھ پر پورے ہوئے۔ فرق اتنا تھا کہ آسمان سے وحی نہیں آتی تھی۔

باب پنجم

خطبات احتساب:

ذیل میں حضور اکرم ﷺ سے لے کر خلفائے راشدین تک چندوہ خطابات شامل کئے جاتے ہیں جن میں خود حضور ﷺ اوران کے چار چاند (خلفاء عظام) کے اہتمام اور ترغیب تقویٰ اور محاسبہ نفس، خوف خدا اور فکر آخرت کے متعلق بیان فرمائے ہیں جن کے پڑھنے سے دل کو سکون، انکھوں کو نور، علم کو جلا اور عمل صالح کی انگیخت پیدا ہوتی ہے۔(ادارہ)

ا۔حضورؐ کی پہلی نماز جمعہ اور پہلا خطبہ تقویٰ ایک طویل موعظت ونصیحت کے بعد محاسبہ نقش کے بارے میں ارشاد فرمایا ''جو شخص ظاہر و باطن میں اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ درست کرے جس سے مقصود محض رضائے خداوندی ہی ہواور کوئی دنیاوی غرض اور مصلحت پیش نظر نہ ہو۔تو یہ ظاہر و باطن کی مخلصانہ اصلاح دنیا میں اسکے باعث عزت وشہرت ہے اور مرنے کے بعد ذخیرہ آخرت ہے۔کہ جس وقت انسان اعمال صالحہ کا غایت درجہ محتاج ہوگا۔اور تحقیق اللہ کا تقویٰ ایسے شئی ہے۔کہ اللہ کے غضب اوراس کی عوقبت، سزا اور ناراضگی سے بچاتا ہے۔اور تقویٰ ہی قیامت کے دن چہروں کو روشن اور منور بنائے گا۔اور رضائے خداوندی ورفع درجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کسی طرح کمی نہ کرو۔تم حسن اور خوبی کے ساتھ اس کی اطاعت بجالاؤ اوراسکے دشمنوں سے دشمنی رکھو۔اس کے راہ میں کماحقہ جہاد کرو۔(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ج اول)۔مولانا ادریس کاندھلویؒ)

خطبہ خلافت سیدنا ابوبکر صدیقؓ:

اگر میں اچھا کام کروں تو مجھے مدد دواور اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کرو۔جب تک میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرواور اگر نافرمانی کروں تو میری اطاعت واجب نہیں سچائی امانت ہے۔اور جھوٹ خیانت تمہارے درمیان جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اسے دلوادوں۔

(اقتباس از الاسلام بین العلماء والحکامه ص ۷)

اگر خدا چاہے اور جو تم میں سے طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اسے حق وصول کرلوں۔اگر خدا چاہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی قوم اللہ کی راہ میں جدوجہد چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ اس پر ذلت مسلط نہ کردے۔

میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطیع ہوں اور اگر میں اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر واجب نہیں۔میں پیروی کرنے والا ہوں نئی راہ نکالنے والا نہیں (نظام عالم اسلام ''ابومسلم'' پروفیسر محمد ارشاد علی خانؔ)

خطبہ خلافت سیدنا عمر فاروقؓ:

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔کہ حضرت عمر فاروقؓ جب خلیفہ ہوئے تو خلیفہ بننے کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ نے پہلا کلمہ جو بولا تھا۔وہ

یہ تھا کہ انہوں ے کہایا اللہ میں ضعیف ہوں۔ مجھے طاقتور بنادے اور میں سخت مزاج ہوں مجھے نرم مزاج بنادے اور میں بخیل ہوں۔ مجھے سخی بنادے اس کو اخذ کیا ہے ابن ابی شیبہ نے ریاض میں ابن شہابؒ وغیرہ اہل علم لوگوں نے بیان کیا۔ کہ سب سے پہلی چیز جس سے عمرؓ نے ابتداء کی جب آپ خلیفہ بننے کے بعد منبر پر بیٹھے وہ اس جگہ بیٹھے جہاں ابوبکرؓ اپنے قدم رکھتے تھے۔ اور وہ منبر کا پہلا درجہ تھا اور اپنے دونوں قدموں کو زمین پر رکھا۔ جب پورا اجتماع ہو گیا تو سیدھے کھڑے ہوئے اللہ جل شانہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا لوگو !

میں تمہارے امور کا والی بن گیا ہوں اب سمجھ لو وہ تیزی کمزور کر دی گئی لیکن وہ ظاہر ہو گی مسلمانوں پر ظلم و دراز دستی کرنے والوں پر، رہے وہ لوگ جو نیک خود دیندار اور صاحب فضیلت ہیں۔ ان کے ساتھ اس سے بھی زیادہ نرم ثابت ہوں گا جو نرمی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور میں کسی ایسے شخص کو جو دوسرے پر ظلم کرتا ہو گا نہیں پاؤں گا مگر میں اسکے رخسار کو زمین پر ڈال کر اپنا پاؤں اس کی رخسار پر رکھوں گا۔ اے لوگو! تمہارے مجھ پر بہت سے حقوق ہیں۔ جو میں تم سے ذکر کرتا ہوں۔ تم ان پر میری گرفت کر سکتے ہو۔

تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں اس مال میں جو تم پر خرچ کرنا ہے۔ کوئی شئے تم سے چھپا کر نہ رکھوں اور نہ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ غنیمتوں میں سے تمہارے لئے بھیجے بجز اس کے جو اللہ کے کام کے لئے روکوں اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ وہ روکا ہوا مال کہیں خرچ نہ ہو مگر اپنے حق کے موقع پر اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تمہارے وظائف اور روزینے انشاء اللہ تم کو دیتا رہوں۔ اور تمہارا مجھ پر یہ حق ہے کہ میں تم کو ہلاکت کی مقامات میں نہ ڈالوں اور جب تم لشکر میں شامل ہو کر گھر سے غائب رہو تو میں تمہارے بال بچوں کا باپ بنا رہوں یہاں تک کہ تم ان کے پاس آؤ۔ میں اپنی یہ بات کہہ رہا ہوں۔ اور اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں۔

سعید بن المسیب اور ابو سلمہ بن عبد الرحمٰنؒ نے کہا واللہ عمرؓ نے جو کچھ کہا اس کو پورا کر دیا۔

خطبہ خلافت حضرت عمر فاروقؓ :

آپ نے خلیفہ بننے کے بعد آپنی ایک بی بی کو طلاق دیدی کہ جس کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ احیاء میں ہے کہ جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو ان کی ایسی بیوی موجود تھی۔ جس سے محبت کرتے تھے تو اس خوف کی پیش نظر کہ یہ کسی باطل شفاعت پر زور دے گی۔ تو میں اس کی اطاعت و رضاجوئی میں لگ سکوں گا۔ اس کو طلاق دے دی۔

خلیفہ ثانی امیر المومنین عمر بن الخطاب نے خلیفہ ہونے کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص اگر میرے اندر کوئی کجی یعنی دین کے راستے سے انحراف ہوتے ہوئے دیکھے تو فوراً مجھے ٹھیک کر دے۔ (ترجمہ از الاسلام بین العلماء و الحکام ص ۷)

خطبہ خلافت سیدنا عثمانؓ :

بیعت کے بعد حضرت عثمانؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ لیکن اپنی نئی ذمہ داریوں کے احساس سے آپ اس درجہ متاثر تھے۔ کہ کانپنے لگے۔ آپ نے صرف اس قدر فرمایا۔ اے لوگو !

کسی نئی سواری پر چڑھنا آسان کام نہیں۔ آج کے بعد تقریر کے لئے اور بہت سے مواقع ہیں۔ اگر زندہ رہا تو کسی دن خطبہ دوں گا اور یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہم لوگ میدان تقریر کے شہسوار نہیں ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ والیان صوبہ، امراء، فوج اور عمال خراج کے نام فرمان جاری کئے۔ ان فرمانوں میں ہدایت کی گئی تھی۔ کہ عدل وانصاف کے سر رشتہ کو نہ چھوڑا جائے۔ آمدنی اور خرچ میں امانت ودیانت سے کام لیا جائے۔

مسلمانوں اور ذمیوں کے درمیان کوئی فرق روا نہ رکھا جائے۔ دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کے وقت بھی بدعہدی نہ کی جائے۔ اسکے علاوہ یہ بھی واضح کیا گیا تھا۔ کہ سرداران اسلام کی حیثیت محافظ اور نگہبان کی ہے۔ وہ رعیت کے آقا ومولیٰ نہیں ہیں۔

خطبہ خلافت سیدنا علی المرتضیٰؓ :

جمعہ کا دن تھا۔ آپ منبر پر چڑھے جن لوگوں نے اب تک بیعت نہیں کی تھی انہوں نے بیعت کی۔ خلافت کے بعد آپ کا یہ پہلا خطبہ تھا۔ حمد وثناء کے بعد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ہادی بنا کر بھیجا ہے۔ جو خیر وشر کو وضاحت کے ساتھ بتاتی ہے۔ خیر کو اختیار کریں اور شر سے کنارہ کش رہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو حرمت کا درجہ دیا ہے، ان میں سب سے فائق حرمت مسلمان کی ہے۔

توحید واخلاص کے ذریعہ مسلمانوں کے حقوق کو اللہ نے مضبوطی سے مربوط کیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ الّا یہ کہ دین واحکام شریعت ہی کا یہ تقاضا ہو کہ مسلمان کا احتساب کیا جائے اور ان پر قانون شرعی جاری کیا جائے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔ کہ کسی مسلمان کو ایذا پہنچائے الا یہ کہ ایسا کرنا واجب ہو۔ عوام وخواص دونوں کے حقوق ادا کرنے میں عجلت سے کام لیجئے۔

حضرت علیؓ کے ایک وصیت کا خلاصہ یہ ہے۔ جس میں انہوں نے محاسبہ کے قبولیت کے لئے تاکید فرمایا **اوصی امیر المؤمنین سید نا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمیع ولاتہ ان یقبل محابستہ من حاسبھم مادام فی تلک المحاسبتہ طاعۃ اللہ فقال طوبیٰ لذی قلب سلیم اطاع من یحمد یہ وتجنب بر دیہ واصاب سلامتہ ببصر من بصر و طاعتھما وأمر (الاسلام بین العلماء والحکام)**

ترجمہ: اس وصیت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے تمام گورنروں کو حکمنامے بھیجے۔ کہ جس محاسبہ میں رضائے الٰہی مقصود ہو اس کو قبول کیا جائے حاکم پر اگر کسی فرد کا اعتراض ہو تو چاہیئے کہ اس اعتراض کو سنے اگر اعتراض صحیح ہو تو اس کو قبول کرتے ہوئے اس کی اصلاح کرے اعتراض کرنے والے کے لئے دعا کرے اگر اعتراض صحیح نہیں تو اس کی وضاحت کرے آپ نے فرمایا خوشخبری ہے اس سلیم الطبع شخص کے لئے جس نے اپنے راہنما کی اطاعت کی اور اس پر نکیر کرنے سے احتراز کیا اور سلامتی کا راستہ اختیار کیا دیکھنے والے کے دیکھنے پر چلا اور راستہ بتانے والے کے راستہ پر چلا ______ (بحوالہ جواہر الفتاوی ج ۲/ ۵۴۰)

باب ششم

حکام کی اصلاح واحتساب

امر بالمعروف و نہی عن المنکر حکومت کی بھی ذمہ داری ہے اور عوام کی بھی۔ جس طرح حکومت کا فرض ہے کہ ریاست کے کسی شہری کا عمل خلاف شرع ہے تو اس سے باز پرس کرے۔ ٹھیک اسی طرح عوام کو بھی سربراہان ریاست کے احتساب کا حق ہے۔

مسلمان حاکم کا پہلا محتسب اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ مگر اس نے احتساب یوم قیامت تک ملتوی کر رکھا ہے۔ ہاں ارشاد نبوی ﷺ ہے ''جس شخص نے دس آدمیوں پر بھی حکومت کی ہوگی اسے بھی قیامت کے روز پابہ زنجیر لایا جائے گا۔ وہ اگر نیکوکار ہوگا تو احتساب کے بعد اسے چھوڑ دیا جائے گا۔

دنیا میں اسلامی ریاست کا سربراہ اور دیگر حکام عدالت کے احتساب کے تابع ہوتے ہیں۔ عوام کے حق احتساب کے بارے میں قران حکیم نے چند اصول وضع فرمائے ہیں۔

ترجمہ: نیکی اور تقویٰ کے امور میں تعاون کیا کرو اور گناہ وظلم میں تعاون نہ کرو۔

اس بارے میں مزید وضاحت اس ارشاد نبوی ﷺ میں ہے۔ ''میرے بعد کچھ لوگ حکمران ہونے والے ہیں۔ جو ان کے جھوٹ میں ان کی تائید کرے اور ان کی ظلم میں مدد کرے وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں''۔ امام غزالیؒ نے کیمیائے سعادت میں حدیث نقل کی ہے کہ لوگوں نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ تمام شہیدوں میں کون افضل ہے فرمایا جو بادشاہ سے احتساب کرے اور اس میں مارا جائے۔ (مسند بزار)

اعمش اور ہشام:

ایک بار اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے حضرت سلیمان بن مہران اعمشؒ کو خط لکھا کہ ''حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معائب جمع کر کے میرے پاس بھیج دیں۔'' حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے تو کوئی جواب نہ دیا ہشام کی جانب سے پھر اصرار کیا گیا۔ تو اس حق گو بزرگ نے لکھا۔

اے ہشام! اگر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دنیا بھر کی بھلائیاں موجود ہیں تو تمھاری ذات کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں زمانہ بھر کی برائیاں موجود ہیں۔ تو تمہیں اس سے کوئی نقصان نہیں ہو سکتا پس تم وہ کام کرو جو حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور انہیں سے تمہیں فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

ابووائل رحمۃ اللہ علیہ اور حجاج:

کوفہ میں حضرت ابو وائل بن سلمہ ایک مجاہد تھے۔ ایک بار حجاج بن یوسف کوفہ آیا ان کا نام سنا اور تعریف سنی تو ابو وائل کو بر ابلا بھیجا۔

ابووائل رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے ائے۔

حجاج: آپ کا نام کیا ہے؟

ابووائل: تم کو معلوم ہو گا ورنہ مجھے بلاتے کیسے۔

حجاج: اس شہر میں کب آئے؟

ابووائل: جب اس شہر کے تمام باشندے آئے۔

حجاج: آپ کو کتنا قرآن یاد ہے؟

ابووائل: اتنا اگر اس پر عمل کروں تو میرے لئے کافی ہے۔

حجاج: میں نے آپ کو اسلئے بلایا ہے کہ آپ کو کوئی عہدہ دینا چاہتا ہوں۔

ابووائل: کونسا عہدہ؟

حجاج: قید کرنے کا۔

ابووائل: یہ عہدہ ان لوگوں کیلئے موزوں ہے جو ذمہ داری کے ساتھ اس کو انجام دے سکیں۔

حجاج: نہیں! تمہیں یہ عہدہ قبول کرنا ہی پڑے گا۔

ابووائل: اگر مجھے اس سے معاف رکھو تو بہتر ہے۔ اگر اصرار کرو گے تو اسے قبول کرلوں گا۔ مگر اپنے دل کی کیفیت بتا دینا چاہتا ہوں۔

حجاج: کہیے۔

ابووائل: میری حالت یہ ہے کہ میں تمہارا کوئی عہدہ دار نہیں مگر جب تمھارا تصور آتا ہے تو راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے۔ اور جب عہدہ دار ہو جاؤں گا تو کیا حال ہو گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ منصور:

خلیفہ منصور سے کسی نے کہا کہ تیرے ملک کے علماء تیری حکومت سے ناراض ہیں۔ منصور نے عام علماء کو اپنے دربار میں بلایا۔ امام مالک معاملے کو تاڑ گئے۔ غسل کیا کفن کے کپڑے پہنے اور حنوط (جو مردوں کو لگایا جاتا ہے) مل کر دربار میں آ گئے۔

منصور نے علماء سے کہا ”آپ لوگوں نے میری بیعت کی تھی۔ آپ کا فرض تھا کہ میری اطاعت کرتے اگر مجھ میں کوئی نقص تھا۔ تو مجھے نصیحت کرتے لیکن مجھے یہ معلوم کر کے نہایت افسوس ہوا ہے کہ آپ لوگ مجھے برا بھلا کہتے ہیں۔“

پھر منصور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ”آپ کا میری نسبت کیا خیال ہے؟

امام مالک نے فرمایا ”للہ مجھے اس کا جواب دینے سے معاف کرو“

پھر منصور نے دوسرے علماء سے بھی یہی سوال کی سب نے بڑی دلیری اور جرأت کے ساتھ جواب دیا۔

پھر منصور نے انہیں دھمکایا لیکن وہ یہی کہتے رہے کہ آج موت کل کی موت سے بہتر ہے۔
جب دوسرے علماء چلے گئے۔ تو منصور نے امام مالک سے پوچھا "مجھے آپ کے کپڑوں سے حنوط کی بو آتی ہے۔"
امام مالک نے جواب دیا" میں زندگی سے مایوس ہو کر یہاں آیا تھا کیونکہ تمھارے روبرو اعلائے کلمۃ الحق کی سزا موت ہے۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ مہدی:

عباسی خلیفہ المہدی جب حج کو گیا تو اس نے سفیان ثوری کو اس کے پاس حاضر کرنے کا حکم دیا۔ مہدی کے آدمیوں نے رات کے وقت گرفتار کر کے مہدی کے سامنے حاضر کر دیا۔ مہدی نے قریب بٹھایا اور کہا کہ "تم ہمارے پاس کیوں نہیں آتے۔ کہ ہم اپنے معاملات میں تم سے مشورہ کیا کریں۔ جس بات کا تم حکم کرو گے ہم اسے اختیار کریں گے۔ اور جس سے روکو گے اس سے باز رہیں گے۔
سفیان ثوری نے کہا: اس سفر میں تم نے کتنا خرچ کیا ہے؟
مہدی: مجھے کچھ معلوم نہیں، میرے خزانچی اور سیکرٹری ہی بتا سکتے ہیں۔
سفیان: کل قیامت کے روز جب تو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا اور ان مصارف کے بارے میں تجھ سے سوال ہوگا تو کیا عذر پیش کرے گا۔
عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حج کیا تھا۔ تو انہوں نے اپنے غلام سے پوچھا کہ اس سفر میں کتنا خرچ ہو چکا ہے؟ اس نے بتایا اٹھارہ ہزار دینار۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر کہا۔ ستیاناس ہو ہم نے مسلمانوں کے بیت المال پر بہت بار ڈال دیا ہے۔
اور کیا تیرے علم میں وہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مال اور اللہ کے رسول کے مال کو خواہشات نفس کے مطابق صرف کرنے والے کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں کل کو آتش دوزخ میں ڈالا جائے گا۔
مہدی کے ایک حاشیہ بردار سیکرٹری ابو عبید نے کہا۔ "امیر المؤمنین کے سامنے ایسی بات کہی جارہی ہے۔
سفیان ثوری نے جواب دیا" چپ رہو فرعون نے ہامان کو اور ہامان نے فرعون کو اسی طرح برباد کیا تھا" یہ کہہ کر سفیان ثوری باہر چلے آئے.

شیخ عبد القادر جیلانی اور خلیفہ مقتفی لامر اللہ:

خلیفہ مقتفی لامر اللہ نے ایک ظالم شخص یحییٰ بن سعید کو بغداد کے قاضی کے عہدہ پر متعین کیا۔ لوگ اس ظالم قاضی کو ابن المزاحم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ایک بار ایک مسجد میں شیخ عبد القادر جیلانی وعظ فرما رہے تھے۔ خلیفہ مقتفی بھی حاضر تھا۔ موقع دیکھ کر شیخ عبد القادر جیلانی نے دوران وعظ خلیفہ کا محاسبہ کیا۔ اور یحییٰ بن سعید جیسے شخص کو قاضی کے عہدہ کیلئے نامزدگی پر سخت گرفت کیا اور آخر میں خلیفہ کا نام لے کر فرمایا۔
"اے مقتفی تو نے مسلمانوں پر ایسے شخص کو مسلط کر دیا ہے جو اظلم الظالمین ہے کل پروردگار عالم کے سامنے اس زیادتی کا کیا جواب دے گا جو ارحم الراحمین ہے۔"
مقتفی نے ان باتوں کو سن کر کانپ اٹھا اور اسی وقت یحییٰ بن سعید کی معزولی کا حکم جاری کر دیا۔

امام غزالی اور حکمران بغداد:

بغداد کے ظالم حکمران پر تنقید کرتے ہوئے امام غزالی نے ایک بار فرمایا۔ ''ہمارے زمانے میں سلاطین کے تمام اموال یا اکثر اموال حرام ہیں۔ ان سلاطین کو نہ اپنی صورت دکھانی چاہیئے اور نہ ان کی صورت دیکھنی چاہیئے۔ انسان کیلئے لازم ہے کہ ان کے علم سے بغض رکھے، ان کی تعریف نہ کرے ان کے حالات سے کوئی واسطہ نہ رکھے اور ان کے ہاں رسائی رکھنے والوں سے بھی دور رہے۔'' اس پر بغداد کے حکمران نے بلا کر احتساب کیا تو امام غزالی نے بلا خوف اس سے کہا کہ'' تیرے گھوڑے کی گردن سونے کے ساز سے نہ ٹوٹی تو کیا ہو امسلمانوں کی گردن تو فاقہ کشی کی مصیبت سے ٹوٹ گئی۔''

باب ہفتم

عمال کا احتساب:

خلیفہ وقت کا سب سے بڑا فرض حکام کی نگرانی اور قوم کے اخلاق و عادات کی حفاظت ہے۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فرض کو نہایت اہتمام کے ساتھ انجام دیتے تھے۔ وہ اپنے ہر عامل سے عہد لیتے تھے کہ

''ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔ باریک کپڑے نہ پہنے گا۔ چھنا ہوا آٹا نہ کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہ رکھے گا۔ اہل حاجت کیلئے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے گا۔''

اسی کے ساتھ اس کے مال واسباب کی فہرست تیار کرا کے محفوظ رکھتے تھے اور جب کسی عامل کی مالی حالت میں غیر معمولی اضافہ کا علم ہوتا تھا تو جائزہ لے کر آدھا مال بٹا لیتے تھے اور بیت المال میں داخل کر دیتے تھے۔

عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن غنم عامل مصر کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے دروازے پر دربان مقرر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محمد بن مسلمہؓ کو تحقیقات پر مامور کیا۔ محمد بن مسلمہ نے مصر پہنچ کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر دربان تھا اور باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اسی ہیئت اور لباس کے ساتھ لے کر مدینہ آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا باریک کپڑا اتروا دیا اور بالوں کا کرتہ پہنا کر جنگل میں بکری چرانے کا حکم دیا۔ عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکار کی مجال نہ تھی مگر بار بار کہتے تھے۔ اس سے مرجانا بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو تمہارا ابائی پیشہ ہے اس میں عار کیوں ہے؟ عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توبہ کی اور جب تک زندہ رہے اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

سفر شام میں مسلمان افسروں کے بدن پر حریر یا دیباج کے حلے اور پر تکلف قبائیں دیکھ کر اس قدر خفا ہوئے کہ ان کو سنگریزے مارے اور فرمایا تم اس وضع میں میرا استقبال کرتے رہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقیروں اور غلاموں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور فرمایا کہ خدا ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار آتا ہے۔

والدین کا احتساب:

اولاد کیلئے ماں باپ پر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض انجام دینا بہت نازک کام ہے اور اس میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اگر کسی کے والدین ناواقفیت کی بناء پر ترک معروف یا ارتکاب منکر کر رہے ہوں۔ تو اس کی ذمہ داری ہے کہ ان کو احکام شریعت بتائے اور نصیحت کرے۔ اس سے آگے ڈانٹ ڈپٹ یا زدوکوب یا قتل تو اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ترجمہ: انہیں اف تک نہ کہو۔ انہیں جھڑکو نہیں اور ان سے ادب واحترام سے بات کرو۔ کافر ماں باپ جنگ میں اگر اولاد کے سامنے آجائیں تو حکم ہے کہ اولاد انہیں اپنے ہاتھ سے قتل کرنے سے حتی الوسع بچے۔ الا یہ کہ وہ اس پر حملہ اور ہوں اور اسے اپنی جان بچانے کیلئے اقدام قتل کرنا پڑے۔

اسی طرح تفصیلات پیش کرنے کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ''جب لڑکے کے لئے باپ کو ایسی سزا کے ذریعہ تکلیف دینا جائز نہیں ہے جو اس کے سابق جرم کی وجہ سے اس پر واجب ہوئی ہے تو اس کے لئے ایک ایسے جرم پر باپ کو سزا دینا جو آئندہ ہونے والا ہے۔ بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ والدین اگر کسی منکر کا ارتکاب کر رہے ہوں تو ان کو ہاتھ لگائے بغیر اس منکر کو مٹا دینا چاہیئے جس کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں۔

اگر وہ باز آجائیں تو ٹھیک ہے لیکن یہ بھی ان کو ناگوار گزرے تو خاموش ہو جائے اور دعا کرتا رہے کہ خدا ان کو ہدایت دے اور ان کی غلطیوں سے درگزر فرمائے۔

نابالغ اولاد کا احتساب:

نابالغ اولاد کو معروف کا حکم دینے اور منکر سے منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو صحیح تعلیم وتربیت دی جائے اور ان کو اس قابل بنایا جائے کہ ہوش سنبھالنے کے بعد وہ اسلام کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ احادیث میں بچوں کی تعلیم وتربیت کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

ترجمہ: آدمی اپنے بچے کو ایک ادب سکھائے اس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں دیا۔

بچوں کی تعلیم وتربیت محض کار ثواب نہیں ہے بلکہ یہ والدین کی شرعی ذمہ داری ہے، اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کیلئے شریعت نے ان کو بوقت ضرورت اولاد کی تعزیر کا بھی حق دیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

ترجمہ: اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہوں اور وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز سے غفلت پر ان کو مارو۔ اور یہی حکم روزے کا بھی ہے۔ بچوں کا سرپرست باپ ہے اس لئے ان کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اصلاً اسی پر عائد ہوتی ہے لیکن ماں کو بھی اس معاملے میں ایک طرح کی سرپرستی حاصل ہے۔ حضرت مریم کی والدہ نے دعا کی تھی۔

ترجمہ: ''اے میرے ربّ میں اس بچے کو جو میرے پیٹ میں ہے دنیا کے تمام کاموں سے آزاد کر کے تیری نذر کرتی ہوں تو میری نذر قبول فرمایقیناً تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (ال عمران۔۳۵)

علامہ ابوبکر جصاص اس واقعہ کے ذکر کے بعد کہتے ہیں۔

ترجمہ: ان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بچے کی تعلیم، تادیب اسے وقف کرنے اور تربیت کے معاملے میں ماں کو بھی ایک طرح کی سرپرستی حاصل ہے اگر وہ اس کی حقدار نہ ہوتیں تو اپنے بچے کے سلسلے میں اس کی نذر نہ مانتیں۔ اس لئے جس طرح باپ بچے کی تادیب اور تعزیر کا حق رکھتا ہے اسی طرح ماں کو بھی یہ حق حاصل ہے۔

بالغ اولاد کا احتساب:

بالغ اولاد کی حیثیت اجنبی کی ہو جاتی ہے۔ ابن عابدین فرماتے ہیں۔

''اما الکبیر فکالاجنبی'' لیکن لڑکا جو بڑا ہو جائے تو اجنبی کی مانند ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ بچے کے بالغ ہونے کے بعد بھی والدین کو اس کی تادیب کا حق ہے۔ باپ کو اپنی بالغ اولاد کی تادیب کا حق ہے جب کہ اس سے کوئی غلط حرکت سرزد ہو جائے۔ ان دونوں باتوں میں تضاد ہے لیکن حقیقت میں تضاد نہیں ہے۔

اصولی طور پر یہ بات بالکل صحیح ہے کہ اولاد جب تک نابالغ اور والدین کے تابع ہے، اس کی تادیب کا والدین کا حق ہے۔ لیکن جب اولاد عاقل و بالغ ہو جائے اور والدین کی تابع نہ رہے تو اس کی تادیب کا حق بھی والدین کو نہیں ہے۔ مثلاً کوئی باپ عاقل و بالغ اور صاحب الرائے لڑکے کو اپنے ساتھ رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر لڑکے کے اخلاق و عادات کی طرف اطمینان نہ ہو تو باپ کو حق ہے کہ اسے کسی الگ مکان میں رہنے کی اجازت نہ دے اور اپنے ساتھ رکھے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

ترجمہ: ''لڑکا جب سمجھ بوجھ والا اور صاحب الرائے ہو جائے اور دوسروں کی رائے کا محتاج نہ رہے تو اباپ کو اسے اپنے ساتھ رکھنے کا حق نہیں ہے۔ الا یہ کہ اس کے بارے میں اطمینان نہ ہو۔ تو فتنہ، شرمندگی سے بچنے کیلئے باپ اس کو اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔ اور اگر اس سے کوئی غلط حرکت سرزد ہو تو باپ کو اس کی تادیب کا بھی حق ہے''۔

ابن عابدین کہتے ہیں کہ ان حالات میں باپ نہ ہو تو لڑکے کا جو بھی سرپرست ہو اسے یہ حق ملنا چاہیئے کیونکہ یہ سب سے بڑی صلہ رحمی اور دفع منکر ہے اور شریعت نے ان دونوں کا حکم دیا ہے۔

اولاد کو فتنہ میں پڑنے سے بچانا نہی عن المنکر ہے اور اس تعلیم میں مدد دینا امر بالمعروف ہے گویا اولاد کے بالغ ہونے کے باوجود والدین کو بوقت ضرورت امر بالمعروف بھی کرنا پڑتا ہے اور نہی عن المنکر بھی لہٰذا اگر لڑکا اس وجہ سے کمانے کی پوزیشن میں نہیں ہے کہ وہ علم دین حاصل کر رہا ہے تو باپ کیلئے اس کا خرچ اٹھانا ضروری ہے۔

بیوی کا احتساب:

شوہر کے بیوی کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے کیا حدود ہیں۔

قرآن کریم میں ہے۔ ترجمہ: مرد عورتوں پر قوام ہیں۔(النساء ۳۴)

علامہ ابن کثیر قوام کی تشریح میں فرماتے ہیں۔"یعنی وہ اس کا سردار، اس کا بزرگ اس پر حکومت کرنے والا جب وہ ٹیڑھی ہو جائے تو اس کا تادیب کرنے والا ہے۔"

امام جصاصؒ کہتے ہیں خدا کے اس قول میں مردوں کا اپنی عورتوں کی تادیب، ان کا انتظام اور ان کی حفاظت و نگرانی کرنا بھی شامل ہے۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔امر بالمعروف و نہی عن المنکر بعض حالات میں فرض عین ہو جاتا ہے۔مثلاً جو شخص اپنی بیوی یا اپنی اولاد یا غلام کو منکر کا ارتکاب کرتے دیکھے یا معروف میں کوتاہی کرتے دیکھے تو اس پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب ہے۔"

عورت اگر شوہر کے حقوق ادا نہ کرے اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو شوہر کو اس کی تعزیر کا حق ہے۔چنانچہ قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ والتی تخافون نشوزھن... (۴، ۳۴) ترجمہ: جن عورتوں کی سرکشی کا تمہیں ڈر ہو انہیں سمجھاؤ خواب گاہوں میں ان سے الگ رہو اور انہیں مارو۔(النساء، ۳۴)

ان حدود میں شوہر بیوی کی تعزیر کا مجاز ہے جب کہ وہ بغیر کسی عذر شرعی کے اس کی جنسی خواہش پوری کرنے سے انکار کر دے یا اس کی حکم عدولی اور اسکے مقابلے میں استکبار کی روش اختیار کرے۔اس کے حکم اور استطاعت کے باوجود جائز زیب و زینت ترک کر دے۔یا اس سے کوئی غیر اخلاقی حرکت سرزد ہو جیسے وہ کسی کو گالی دے۔اجنبیوں کے سامنے اپنا چہرہ کھول دے یا ان سے بات چیت کرے۔شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکل جائے۔بعض فقہاء کا خیال ہے کہ عورت کی تعزیر اس وقت صحیح ہے جب کہ اس سے اس کی اصلاح کی توقع ہو اگر اصلاح کی توقع نہ ہو یا شوہر یہ سمجھتا ہو کہ بغیر سخت قسم کے سزا کے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تو تعزیر کی اجازت نہیں۔ان دونوں صورتوں میں تعزیر شوہر کی زیادتی سمجھی جائے گی۔

البتہ بے دین بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ اس سے علیٰحدگی اختیار کر لی جائے چنانچہ البحر الرائق میں غایۃ البیان کے حوالے سے لکھا ہے اس کا طلاق دینا پسندیدہ ہے جبکہ وہ ہنگامہ کرتی اور تکلیف دیتی ہو نماز چھوڑ دے اور حدود اللہ کو قائم نہ کرے۔

شوہر کا احتساب:

عورت شوہر کی تابع اور محکوم ہے۔بقول امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ شوہر کے مقابلے میں بیوی کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسی کہ باپ کے مقابلے میں بچے کی۔اس لئے شوہر نادانستہ کسی منکر کا ارتکاب کرے، تو بیوی اسے شریعت کا حکم بتائے گی اور اگر جانتے بوجھتے وہ منکر کا ارتکاب کر رہا ہو تو اسے نصیحت کرے گی۔اس کے آگے ڈانٹ ڈپٹ یا مار پیٹ کا اس کو حق نہیں۔ (جاری ہے)